انجمن اساتذۂ ممالک محروسۂ سرکارِ عالی کی تیسری سالانہ کانفرنس

بابتہ سنہ ۱۳۴۹ ف

بمقام

گلبرگہ شریف

خطبۂ استقبالیہ

از

غوث یار جنگ صوبہ دار

[redacted]

انجمن اساتذہ ممالک محروسہ سرکار عالی کی تیسری سالانہ کانفرنس

بابتہ ۱۳۴۹ ف

مقام

گلبرگہ شریف

خطبۂ استقبالیہ

انشا

غوث یار جنگ صوبہ دار

معزز خواتین وحضرات!

میں نہ صرف اس مستقر کے بلکہ پورے صوبہ گلبرگہ کے ہر طبقہ کی جانب سے جنہوں نے اس کانفرنس کی مجلس استقبالیہ یا مجلس عاملہ کی رکنیت قبول فرماکر اپنی تعلیم پرستی و روشن خیالی کا ثبوت دیا ہے آپ علمبرداران تعلیم کا جو ہمارے ملک کی تعلیمی کشتی کے ناخدا اور لاکھوں ہونہار نسلوں کی آئندہ زندگی کو سنوارنے والے ہیں بیحد اخلاص مسرت وگرم جوشی کے ساتھ استقبال کرتا ہوں۔ یہ میری [illegible] زبان نہیں ہے بلکہ یہ امر واقعہ ہے کہ اس صوبہ کے جملہ ہمدردان تعلیم کا بلا امتیاز مذہب وملت یا پیشہ وغیرہ مسرت کے ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں رکنیت قبول کرنا اور آپ اصحاب کو مدعو کرنا وہ خود دلیل اس بات کی ہے کہ اس صوبہ کا تعلیم یافتہ وروشن خیال طبقہ آپ کی تشریف آوری پر خلوص دل سے کہتا ہے کہ:-

اے آمدنت باعث آبادی ما
ذکرے تو بود زمزمہ شادی ما

اس صوبہ میں تعلیمی سرگرمی اور علمی روشنی پھیلانے کی خاطر دور دراز مقامات سے اور گوناگون مصروفیتوں کے باعث عالی مقام صدر اور معزز ارکان انجمن اساتذہ کا یہاں تشریف لانا کمال امتنان کا موجب ہے۔

یہ موقعہ آج سے ایک سال قبل ملتا جو سال گذشتہ بعض غیر اختیاری مجبوریوں کی وجہ حاصل نہ ہو سکا۔

خود کی انکساری یا معزز مہانان کی مدح سرائی مردو مسلمات سے ہیں اس لئے اس پرانی رسم کی ادائیگی میں ہم اپنا وقت صرف نہیں کریں گے۔ اہم سوال تو یہ ہے کہ ایک طرف ملک کے ممتاز ماہرین تعلیم کو دعوت دی جائے اور دوسری طرف گلہ شکوہ کیا جائے۔ مگر فی الحقیقت یہ آپس کی بات چیت ہے۔ اس کو خطبہ استقبالیہ سے موسوم کیا جائے یا باہمی تبادلۂ خیال کہیئے۔ بہر حال التماس یہ ہے کہ:۔

ع خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

اپنی حد تک (Lay man) ہونے کا مجھے اعتراف ہے مگر اس موسم میں ذوق طلب ضرور رکھتا ہوں۔

ماہران فن تعلیم میں سے (جو آج اس جلسہ میں تشریف فرما ہیں) اگر اس نوحہ میں کوئی بات کسی کے خلاف طبع ہو تو دلگیر نہ ہوں اور اگر کوئی کام کی بات نکل آئے تو اس بات میں بات پیدا کی جائے میں نے خود ممکنہ طور پر اس امر کا خیال رکھا ہے کہ:۔

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ! کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے

انجمن اساتذہ کی پہلی دو کانفرنس دارالسلطنت میں ہوئیں مضافات میں گلبرگہ تشریف

کو شرف اولیت حاصل ہے۔

گلبرگہ ایک ایسی سرزمین ہے کہ جس کے تاریخی ورثہ میں انواع واقسام
امتیازات آئے ہیں اسی سلسلہ میں آج ایک جدید اضافہ ہے دور ماضی کی تفصیل آپ کے سامنے
ایک آموختہ ہوگا۔ اس لئے اس کا ایسے مجمع کے سامنے دہرانا ایک بے معنی سی بات ہے
جدید قابل الذکر اضافہ یہ "جوبلی ٹاون ہال" ہے جو ہمارے قابل اول تعلقدار
محی الدین احمد صاحب رضوی کی دلچسپیوں کا نتیجہ ہے جس کا افتتاح آج ہمارے قابل فخر
صدر محترم کے ہاتھوں ہوا اور سب سے پہلا اس ہال کا یہ مبارک استعمال ہے۔

کل حیدرآباد اساتذہ کانفرنس کی اہمیت اب جتلانے کی حاجت نہیں ہے
اس کا اعتماد اور وقار اب اس درجہ پر پہونچ چکا ہے کہ اس کو ملک کی تعلیمی کانفرنس قرار
دیا جا سکتا ہے۔

نصاب تعلیم طرز تعلیم پر ہم یہاں بحث نہیں کریں گے، ہم موازنہ تعلیم پر
Scruti کرنے کی غرض سے یہاں جمع ہیں نہ تعلیم لازمی و اختیاری پر گفت وشنید ہمارا
آج کا Topic ہے نہ مدارس کی تنظیم نہ اصلاح نہ مدت تعلیم تحتانی یا ثانوی پر بحث ہمارا کام
ہے اس لئے مقتدر ماہران فن کے روبرو یہ سارے Problems موجود ہیں اور وہ
ان کے حل کرنے میں مصروف ہیں اور کرتے جا رہے ہیں، زمانہ جیسے جیسے ترقی کرتا جائیگا
ویسے ویسے تعلیمی پالیسی میں رد وبدل ہوتا رہے گا۔ Lord Macaulay اور گذشتہ
صدی کے ماہرین تعلیم کے نظریے آج باقی نہیں ہیں اور نہ آج کا زاویہ نظر کل باقی
رہے گا۔

اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ ان کاموں کی طرف جب ماہرانہ توجہات
مصروف ہیں تو ملک کا کام ہے کہ ان پر کلیتاً اعتماد کرے اور ان پر چھوڑ دے
اور کوشش یہ کیجائے کہ جو بات کبھی چھیڑ کر چھوڑ دی گئی ہو

نہ کیا ہو اُس کو حرکت میں لایا جائے۔

تعلیم کی ذمہ داری تعلیم کی واحد ذمہ دار حکومت ہی نہیں ہو سکتی ہے، خوشحال پبلک کو بھی ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ ہمارا ملک دیگر متمدن ممالک سے اس خصوص میں بہت پیچھے ہے طبائع یہ بتلاتے ہیں کہ آگے نہیں بڑھیں گے تا آنکہ اُن کو ڈھکیلا نہ جائے۔

بچھڑے پیدا کرنے والے فنڈز روز کھلتے ہیں، لاکھوں کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ فرقہ وارانہ حیثیت میں ہوں یا سیاسی رنگ و روپ میں، مگر کبھی اس طرف کوئی توجہ نہ ہوئی۔

کبھی کسی فرد یا جماعت نے کوئی ادارہ قائم بھی کیا تو اس میں ہزاروں خود غرضیاں پنہاں رہیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ ایسے ادارے آج پیدا ہوئے اور عارضی چمک دمک بتلا کر کل فنا ہو گئے۔

تجارت پیشہ "دھرما داد" Charity Fund بہ صورت لازمی جمع کرتے ہیں حالانکہ یہ فنڈ اسم با مسمیٰ نہیں ہے نہ گورنمنٹ کے کسی حکم نے صراحتاً یا معناً پبلک کو اس کی وصولی کا مجاز گردانا ہے۔ مگر باوصف اس کے اگر قائم ہیں تو کیوں؟ محض اس لئے کہ ایک جماعت کا متحدہ نصب العین ہے۔ اگر اس سے انحراف کیا جائے تو نہ زراعت پیشہ کی کمی پیدا وار زرعی کے لئے کوئی مارکٹ ہے نہ کسی کاروبار تجارتی میں لین دین ہی ہو سکتا ہے تو کیوں تعلیمی فنڈ ایسے ہی اثر کے ساتھ بصورت لازمی کھولنے کے تدابیر پر غور نہ کیا جائے۔

ارباب دول کے مختلف ~~Hollies~~ دھنلیلاہ ہیں کسی نے اس مقصد تعلیمی کو اپنا ~~Holly~~ نیلیلاہ نہیں بنایا۔ کیوں ایسے مصارف میں تعلیمی فنڈ کو

کم از کم کوئی حصہ بصورت لازمی نہ ملے؟ اگر نہ ملے تو "دھرما داو" کی طرح اس کار دعمل کیوں نہ نکالا جائے۔

دیوان بہادر، ایس، تری، رنگنا دہن صاحب وائس چانسلر مدراس یونیورسٹی نے بھی اپنے حالیہ جامعہ عثمانیہ کے جلسۂ تقسیم اسناد میں جو خطبہ پڑھا اس میں فرماتے ہیں کہ :-

"میں حیدر آباد کے امراء عظام اور اصحاب دول سے خاص طور پر التماس کرونگا وہ اپنے فیاضانہ عطیوں سے جامعہ کی دستگیری کریں۔ یہ جامعہ ریاست کی اعلیٰ ترین خدمات کے لئے قائم کی گئی ہے اور ان اصحاب کیلئے جو تعلیم کے ساتھ حقیقی دلچسپی رکھتے ہیں اپنی خیرانہ عطیوں سے جامعہ کی امداد کرنا وطن پرستانہ فخر ومباہات کا باعث ہونا چاہئیے"

نظم تعلیمی اور اس کی تقسیم

ہمارے ملک کی فیاضانہ مادی تقسیم دنیا سے جدی ہے اس لئے کوئی اسکیم کامیاب نہ ہوسکا تاآنکہ اس کو اکھٹا نہ کیا گیا ہو۔ مثال کے لئے عدالت کی تنظیم یا آبکاری کا بطریق مدراس سسٹم نفاذ یا پولیس کا ایک حد تک تعلق وقس علےٰ ھذا کیا تعلیمی نظم ان سب سے گیا گذرا ہوگیا۔

"The chi-ld is the father of the man".

اگر آج بچوں کو بہتر نہ بنایا گیا تو کل اچھے باپ پیدا نہ ہوں گے۔ گو تعلیم بالغان کا آج چرچہ ہے یہ بھی جدت طرازی کی ایک نئی مشق ہے ورنہ ایک دھنی

مثل ہے کہ "بڈھے طوطے کہیں بولتے ہیں"

میرا تلخ تجربہ ہے کہ اس میں کامیابی ہوئی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے مگر سچی بات تو یہ ہے کہ آج کے بچوں کو کل کا ایک بہتر باپ بنانے کی سعی پیہم کی جائے تا آنکہ غیر از خالصہ جملہ علاقہ جات بھی باغراض تعلیمی سررشتہ تعلیمات سرکار عالی سے ایک ہی پالیسی کے تحت باہم مدغم نہ ہو جائیں اس وقت تک تعلیمی نظم نہیں بیٹھے گا۔ کیوں غیر از خالصہ مداخل میں بحصہ تناسبہ خالصہ تعلیمی مخارج کو جگہ نہ ملے؟

جاگیردار کالج قائم نہ ہوتا اگر ٹیکس دار الاقامہ قرار نہ پاتا اسی طرح یہ بھی اس وقت تک نہ ہوگا جب تک کہ درجۂ لزوم پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے ورنہ غیر از خالصہ رعایا جس طرح آج جزاً یا کلاًّ اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہے، کل بھی رہے گی۔ حکومت اعلیٰ پر بالراست نہ سہی تو بالواسطہ بحیثیت معطی اس کی ذمہ داری عائد ہو سکتی ہے اس لئے گورنمنٹ اس پر غور کرنے کی مجاز ہے۔

اشاعت تعلیم اور اسکے دگرگوں نظریے

عام طور پر باوصف لگاتار تدریجی ترقی تعلیم کے آج بھی اس کے گرتے ہوئے تناسب پر اعتراض ہے گو اعتراض کرنے والے خود مورد الزام ہو سکتے ہیں اس لئے کہ علمی دلچسپی انہوں نے کب لی ہے؟ "رہبر اور رہرو" کی نکتہ چینی گو صدا بہ صحرا سمجھی جا سکتی ہے مگر وہ بھی کبھی آندھی بن کر ستاتی ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ ترقی تعلیم کی تعداد محدود نہ کی جائے ذرائع مصروفیت پیدا کئے جائیں کسی کو دکھ ہے کہ تعلیمیافتوں کا کوئی خریدار نہیں ہے۔ ایک Plat form کی دو صدائیں آپ کو سناتا ہوں۔ سال گزشتہ سر شاہ سلیمان نے آگرہ یونیورسٹی کے Convocation address میں فرمایا کہ :-

" If there are unemployed educated people there are even greater uneducated unemployed people. The remedy is not a restriction in the number of the educated but, a wide expansion of trade, industry and commerce. "

اسی Plat form سے سال حال کے Convocatiin address میں ہمارے ملک کی مایۂ ناز خاتون مسز سروجنی نائیڈو فرماتی ہیں کہ:-

" You will be the greatest nation builder to-marrow, but I do not know what is in the store for these who have taken the degree of M. A. and B. A. Your degree carry no market value. "

اب فرمائیے کہ کیسا جائے تو آخر کیا؟ پڑھنے والے پڑھیں تو کس ضمانت کی طمانیت پر اور اگر نہ پڑھیں تو اُس میں کونسی خوبی اور خوشحالی مضمر ہے۔ جیسے کہ سر شاہ سلیمان نے فرمایا کہ:-

" تعلیم یافتہ سے زیادہ غیر تعلیم یافتہ میں بے روزگاری ہے "

اور مسز نائیڈو کہتی ہیں کہ:-

" تعلیم یافتہ کے لئے مارکٹ نہیں ہے "

بہر حال مختلف الخیالی دنیا میں رہی اور ہمیشہ رہے گی کرنا وہی ہے جس کے کرنے پر حالات حاضرہ متقاضی ہوں۔

کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ علم، جہل سے بہتر ہے، کھیت کی پیچیدگی محض اسلئے ہے کہ طالب علم کا مطمح نظر یہی ایک ہوتا ہے کہ فراغت تعلیم کے بعد ملازمت حاصل کی جائے یہ سمجھنے کے باوصف بھی کہ ایک ذریعہ دنیا کا متکفل نہیں ہو سکتا ہے۔

پھر بھی اگر اسی کا سودا ہے تو آپ حضرات اساتذہ معاف فرمائیں یہ آپ کی غلطی کا خمیازہ ہے۔ جو فارغ التحصیل نوجوانوں کو بھگتنا پڑتا ہے اس لئے اساتذہ کا یہ فریضہ حکماً گردانا جانا چاہئے کہ طالب علم کے رجحان طبع کی گہری Study کر کے اس کو اسی جانب مائل کرنے کی لگاتار کوشش کرتے رہیں۔ اور وہ ہر ایک کی موزونیت کے لحاظ سے مختلف النوع ہونی چاہئے تاکہ جب لڑکہ کالج سے نکلے تو اسی سمت کا رخ کرے۔ دیوانہ وار ایک ہی سمت نکتی نہ پڑھے۔

سر شاہ سلیمان نے جو مصروفیات ہو سکتے ہیں وہ بتلائے ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ پہلی نشاندہی نہیں ہے تلقین کی حد تک روندی ہوئی زمین ہے مگر تعمیل کے نشاریں ابھی اچھوتی ہے۔

صنعت و حرفت تجارت میں ترقی جب ہو کہ ملک کے سرمایہ داروں کا سرمایہ باہر نکالنے کے تدابیر اختیار کئے جائیں۔ بیرون ملک کے خواہشمندوں کے لئے Compitition کے در کھول دئے جائیں ممکنہ سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔ ہر کارخانہ چاہے جدید ہو یا قدیم اس کے وسعت کاروبار کے لحاظ سے ایک سے چند گریجوئیٹس کو مختلف شعبوں میں اپنے صرفہ سے ٹریننگ دلانے اور خاص کفایتوں کے ساتھ ان کے خدمات حاصل کرنے کو شرائط قیام یا بقاء کارخانہ میں داخل کیا جائے۔

ارباب دولت کو آمادہ کیا جائے کہ وہ سالانہ چند اسکالرشپ ہونہار گریجوئیٹس کو دیکر Industries and commerce کے لئے ان کو تیار کریں۔ اسی کو اپنی وہ خیرات، زکواۃ، عبادت سمجھیں، پیشہ ور بھیک منگوں سے ہاتھ روکیں۔

زرعی وسائل کے پیدا کرنے میں ممکنہ سہولتوں کے بہم پہونچانے پر

بنسنٹ ہرطرح آمادہ ہے ارباب دول بھی اپنے سرمایہ کو اسمیں Invest
یں اور گرانٹ جویٹس سے کام لیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

Vocational training کے انتظامات گورنمنٹ نے آغاز کر دئے ہیں۔ ملک نہیں بلکہ ملکیوں کی بدنصیبی ہے کہ کلاس خالی ہیں۔ طالب علم نہیں ملتے ہیں۔ اس لئے خاندانی پیشہ کی اعلیٰ تعلیم فنی کو جبری تعلیم قرار دیا جائے طبعی رجحان کو آزادی رہے۔

اس کے پھیلانے کے لئے وہی مدارس میں بارہ سال سے متجاوز عمر کے لڑکوں کو مقامی صناعان کے ذریعہ تعلیم دلانا مقامی صناعان کا اخلاقی گر لازمی فریضہ قرار دیا جائے بضمن اصلاحات متوقعہ پنچایت سسٹم کے فرائض میں اسکو جگہ دی جائے۔ مجھے اس اسکیم میں کامیابی ہوئی سررشتہ تعلیمات نے بھی میرا ایک حدتک ساتھ دیا۔

بجز ملازمت کے ہر پیشہ میں کھپت کی بڑی گنجائش ہے۔ مگر افسوس اس کا ہے کہ میلان طبع کا فقدان ہے۔ اسی کا پیدا کرنا اساتذہ کا فرض اولین قرار دیا جائے۔

ڈاکٹر سید محمود سابق ایجوکیشنل منسٹر بہار نے ابھی حال میں ٹیچرس کانفرنس کے اڈریس میں فرمایا کہ :۔

"Educated should be three fold :—Body, Mind and heart

یہ بھی کوئی نیا اشارہ نہیں ہے۔ اسلاف نے بھی یہی سکھایا تھا۔

ٹیگور جیسی مسلمہ شخصیت بھی ایک طالب علم میں جو چاہتی ہے وہ یہی ہے:
"A Strong body, a pure mind and a kind heart".

Theory نئی نہیں ہے۔ Practice نئی ہو سکتی ہے

جسمی نشو و نما کے لئے سررشتہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اپنی آپ دوڑ رہی ہے
خود بخود اضافہ ہوتا جائے گا۔ اس لئے کہ ابھی بہت کچھ ہونا ہے اور سررشتہ
کو اس کا احساس ہے مگر Pure mind and kind heart
پیدا کرنا استاد کا کام ہے۔ اگر شاگرد میں یہ بات پیدا نہ ہوی تو مجھ جاہل
کے نزدیک استاد ہی ذمہ دار گردانا جا سکتا ہے۔

کل کی بات تھی کہ ہمارے قلوب فرقہ وارانہ جذبات سے پاک
تھے ہمارے دل بلا لحاظ ذات پات باہمی الفتوں سے مامور تھے آج اگر
اس میں فرق آگیا تو کیوں آیا؟ مدرسہ کے بچوں نے کیوں تحریکات مذہبی
و پالٹکس میں حصہ لیا Old schools کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ امیر غریب
کا بچہ استاد کے روبرو زانو ادب جوڑتا تھا۔ اب وہ استاد کے
کہے سے باہر کیوں ہے؟ استاد کی صحبت کا بڑا گہرا عکس شاگرد پر پڑتا
ہے۔ میں مانتا ہوں کہ موجودہ آزادی یا بے باکی کو بھی اس میں دخل ہے
آج استاد اور طالب علم باہم Free رہتے ہیں اور طرز قدیم کی تعلیم
میں Reserve رہنا لازمی تھا۔ اس کو میں یہیں چھوڑتا ہوں بقول
علامہ اقبال مرحوم:۔

محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ

خیر آج کا جو مقتضا ہو وہی کیا جائے، اسی میں یہ داخل و شامل ہے کہ طالب علموں کو ۲۱

باتِ مذہبی اور Active Politics میں جانے نہ دیا جائے اور سمجھا دیا
ئے کہ :۔

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیاہ کار رہے

تعلیم نسواں اس کی اہمیت کو جتانا بھی نہیں ہے روز کے چرچے ہیں گورنمنٹ متوجہ ہے چنانچہ رائٹ آنریبل سر اکبر نواب نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ:۔

"میں شدت سے محسوس کر رہا ہوں کہ مدارس نسواں میں جس قسم کی تعلیم ہماری طالبات کو دی جاتی ہے وہ ہندوستانی عورت کے بلند مقاصد کے حصول کے لئے موزوں نہیں اس میں ہندوستان کی مایہ ناز خواتین کی زندگیوں اور کارناموں کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس میں ہندوستانی گھر کی روحانی عقیدت اور مخصوص کفایت شعاری کو جگہ دی گئی ہے۔ جس کی وہ ایک دن ملکہ بننے والی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی ماں اس طرح سے جدید طرز کی تعلیم پاکر اس نام نہاد دورنگی گھر کی ملکہ بن جاتی ہے حالانکہ یہ گھر اپنی نوعیت و اصلیت کے لحاظ سے ہندی ہے اور جسے ہماری حقیقی قومی خصوصیات سے مزین ہونا چاہیئے۔"

یہ کب ہوگا جب کہ لڑکوں کے نصاب سے لڑکیوں کا نصاب مختلف ہو
گلہ یہ بھی ہے کہ پبلک کو دلچسپی نہیں ہے۔ اس میں بھی پبلک کے تعاون

عمل کے وہی طریقے ہوسکتے ہیں۔ جو لڑکوں کی تعلیم سے متعلق اوپر بیان ہو
آچکے ہیں ۔ اس سلسلے میں جو اہم اجزا قابل غور ہوسکتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں

Co-education | یہ بھی ایک پیچیدہ مسئلہ ہے کوئی موید ہے اور کوئی مخالف
ابھی حال میں بیگم امیرالدین

"The veteran social reformer of Madras".

نے بھی اسی پر زور دیا ہے کہ :-

"Primary education should be Co-education".

یہ سوال پیچیدہ ہے۔ مگر ہمارا سررشتۂ تعلیمات ملکی اور مقامی
کا گہرا مطالعہ اس سلسلہ میں عرصہ سے کر رہا ہے۔ کافی احتیاط کے سا
ان مواضعات میں جہاں مدارس نسوان قائم نہیں ہیں اور جہاں مدارس
صرف ابتدائیہ یعنے دو جماعت اول و دوم کے قائم ہیں اور جن میں
کی عمریں ۱۲ سال سے زائد نہیں ہیں Co-education کو روا رکھا ہے
جبری نہیں ہے اختیاری ہے۔

جس طرح پردہ کا سوال پیچیدہ ہے اسی طرح اس education
کا مسئلہ بھی اہم ہے جس پر سررشتہ کی خود غائر نظر ہے اس لئے ہم یقین اور بھ
کہ سررشتہ کی ماہرانہ توجہ اس جانب مائل ہے اچھے نتیجے پر پہنچنے کی امید
چونکہ اوپر ذکر آچکا ہے تو نصاب تعلیمی سے یہاں بحث نہیں۔
تربیت کے انتظام کا آغاز بھی گورنمنٹ نے کر دیا ہے پبلک کو دلچسپی نہیں ہے اگر
حاصل کی جائے تو اس کام کو جلد پھیلایا جا سکتا ہے عملی مثال کسی بیوی نے رائچور میں
[illegible] اس کی ابتدا ہوئی ۔ لاتور ۔ بیدر ۔ اور عثمان آباد

بھی اس کام کا آغاز ہو چکا ہے۔ مگر عام شکایت ہے کہ معلمات سے تعاون عمل نہیں ہو رہا ہے۔ پبلک سے مدد حاصل کرنا اگر داخل فرائض معلمات کیا جائے اور ایسی امداد حاصل کرنے والی معلمہ کو Credit دیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ اس سے بڑا فائدہ پہنچے گا۔

لڑکیوں کی تعلیم کا مقصد تو مسلمہ ہے کہ وہ اچھی بیوی یا قابل ماں بنے مگر اس قابل بھی ان کو بنانا چاہیئے کہ اگر زمانہ نامساعد ہو جائے تو اپنے ہنر سے شریفانہ طور پر وہ کمانے کے قابل ہوں۔ محض پڑھ کر معلمہ بن جانا اسی ملازمت کی تعریف میں داخل ہے جس پر اوپر بحث کی جا چکی ہے۔ گو آج تعلیمیافتہ خواتین کی بزمرہ ملازمت قلت ہے مگر کل جب کثرت ہو جائے گی تو پھر وہی کشمکش پیدا ہو جائے گی جو آج نوجوان تعلیم یافتہ لڑکوں کے درپیش ہے۔

مدارس نسواں کی تنقیح فنی ہاتھوں میں رکھی جائے مگر Visitor کی حیثیت سے دعوت عمل ہر تعلیم یافتہ بیوی کو اس لئے دی گئی ہے کہ انتظامی حیثیت سے ان کی Visit بہتری پیدا کر سکے مگر ایسے Visitors کو حاصل کرنیوالی معلمات کو اونچا کیا جائے تاکہ معلمات اس میں دلچسپی لیں۔

اساتذہ کے خدمت میں عرض مدعا

آپ کی عظمت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے باپ کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے نہ یہ نصیحت ہے نہ مشورہ صرف ایک گذارش احوال واقعی ہے۔ اس سلسلہ میں زیادہ کمانے کے جذبات دل میں نہ لائے جائیں۔ ترقی یا گریڈ کا اضافہ کبھی پیش نظر نہ رہے۔ تعطیل سے استفادہ یا استحقاقی رخصت کا لینا کبھی آپ کے پیش نظر نہ ہو۔ تعطیلات کی بہتات خود ایک بڑا رخنہ ہے۔ بہت ممکن ہے کہ

سررشتہ اس پر خود غور کرے، کاروباری اوقات میں پورا انہماک چاہئے
آپ ہمیشہ یہ سمجھیں کہ خدمت نہیں عبادت ہے، زندگی کو آپ سادہ کریں
تاکہ لڑکوں میں ذوق سخن پیدا نہ ہوا اگر یہ ہوا تو ان کی زندگیاں آسان ہوگئیں ورنہ
ہر نوجوان آج جاہ طلبی کے جذبات رکھنے لگا ہے لڑکوں کو مالدار بیوی اور
لڑکیوں کو زیادہ کمانے والے شوہروں کی خواہش ہے۔ اچھے انسان کی
تلاش طرفین میں مفقود ہوتی جارہی ہے۔ اس کے ذمہ دار استاد ہی ہوتے
ہیں۔ گو والدین پر بھی اس کی ذمہ داری ضرور ہے۔

غرض اس خصوص میں بڑی کاوش درکار ہے ورنہ حالت بد سے
بدتر ہوتی جارہی ہے۔ کسی قومی ادارہ کے مدرسین نے کم معاوضہ پر اگر
اکتفا کیا تو اس قربانی کی وجہ سے ان کی عظمت میں کبھی فرق نہیں آیا۔
مثال کے لئے جامعہ ملیہ دہلی کے امیر جامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں
کا نام لیا جاسکتا ہے۔

یہ گذارش ایک عالم بے عمل کا وعظ ہی سہی لیکن ایک دردمند
دل کی صدا ضرور ہے گو یہ ذوق طلب عمر بھر کا سودا ہے مگر:-

خام ہے ذوق طلب شاید ابھی تک خام ہے
ورنہ کیوں راہ طلب میں ٹھوکریں کھاتا ہوں میں

اس لئے یہی عرض کرکے بیٹھ جاتا ہوں کہ:-

ع تو دانی حساب کم و بیش را

محترم خواتین و حضرات!

آخر میں آپ کی کرم فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید
کرتا ہوں کہ ہماری ہر کوتاہی کو آپ اپنی دریا دلی سے نظر انداز

فرما دیں گے فقط

غوث یار جنگ

صوبہ دار

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز

مطبوعۂ

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز حیدرآباد دکن

مغلپورہ